رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱

رجسٹرڈ انگلینڈ نمبر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ے
سہ ماہی .... عہ

قیمت فی پرچہ (۲)

قیمت پرانا پرچہ (۳)

جلد ۳ | ۲۶ اسفندار ۱۳۵۳ف | ۲ صفر ۱۳۶۳ھ | ۲۹ جنوری ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر ۴۲

مقاصد جنگ اور نظام نو

سوویٹ روس کا نقطۂ نظر

سوویٹ روس کے جریدہ "جنگ اور مزدور" میں ماسکو کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں عنوان بالا پر سوویٹ روس کا نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے۔ مضمون نگار تحریر کرتا ہے کہ:-

برطانیہ اور امریکہ کے قائدین اور اخبارات ایک عرصہ سے "مقاصد جنگ" پر اظہار خیال کرتے رہے ہیں۔ بہرحال "مقاصد جنگ" کی اصطلاح کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتی کیونکہ مقاصد کا تعین وہ لوگ کرتے ہیں جو کسی کام کو شروع کرتے ہیں۔ اسی طرح مقاصد جنگ کا تعین ان کو کرنا چاہئے جنھوں نے بالارادہ یہ جنگ شروع کی یعنے دول محور اور ہٹلر۔

ہٹلر نے جو جنگ شروع کی ہے اس کے مقاصد کیا ہیں؟ اس نے عرصہ ہوا ان مقاصد کو واضح کر دیا ہے اور بارہا ان کو دہرایا ہے۔ نازی اور جرمنی کے اتحاد کے لائحہ عمل کو اسٹالن نے ۶ نومبر ۱۹۴۲ء کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا تھا۔

"نسلی تنفر، منتخبہ اقوام کا تسلط، دوسری اقوام اور ممالک کو محکوم بنانا، دوسری اقوام کی معاشی غلامی، مجبوری آزادیوں کا خاتمہ اور ہر جگہ ہٹلری نظام کا قیام۔"

ہٹلر اور اس کے ساتھیوں نے دھوکہ دینے کے لئے اپنے مقاصد جنگ کو نظام نو کے نام سے تعبیر کیا حالانکہ یہ نظام نو قدیم دور بربریت کی یاد دلاتا ہے۔ مقاصد جنگ کو ان ممالک سے منسلک کیا جاسکتا ہے جن کے خلاف جنگ چھیڑ دی گئی اور جو اپنی مرضی کے خلاف جنگ میں شریک ہونے پر مجبور ہو گئے۔ یہ ممالک جنگ نہیں چاہتے تھے اس لئے ان کے آگے کوئی مقصد جنگ نہیں۔ انھوں نے صرف حملہ آور کی مدافعت کے لئے تلوار اٹھائی۔

۶ نومبر ۱۹۴۳ء کو اسٹالن نے کہا تھا کہ جرمنی کے برعکس سوویٹ روس اور متحدین یورپ کی مفتوحہ اقوام کی آزادی کے لئے جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہمارا پہلا مقصد ہمارے علاقوں اور ہمارے لوگوں کو فاسسٹی غلامی سے آزاد کرانا ہے۔ ہمارا مقصد جنگ یہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی مرضی اور اپنا طرز حکومت دوسروں پر مسلط کریں۔ ہمارا مقصد ان اقوام کی ہٹلر کے مظالم سے آزادی دلانے میں مدد دینا ہے تاکہ وہ آزادی کے بعد اپنی قسمت کا آپ فیصلہ اور اپنے گھر کا آپ انتظام کر سکیں۔ دوسری قوموں کے داخلی معاملات میں کوئی مداخلت نہ ہوگی۔

برطانیہ، امریکہ اور سوویٹ کے اتحاد کا یہ لائحہ عمل ان کے مقاصد جنگ کو بھی متعین کر دیتا ہے یا دوسرے الفاظ میں دنیا کی مابعد جنگ تنظیم سے متعلق عام اصول پیش کرتا ہے۔ اقوام متحدہ جب مقاصد جنگ پر بحث کرتی ہیں تو اس بحث میں یہ بات مضمر ہوتی ہے کہ بین الاقوامی تعلقات میں تبدیلی ہونی چاہئے تاکہ حملہ آور کو بے ضرر بنا کر دنیا کو موجودہ مصیبت کی تکرار واعادہ سے محفوظ کر لیا جائے اور امن عالم کے لئے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کی جائے۔

یہ کوئی اتفاقی بات نہیں کہ مقاصد جنگ کا مسئلہ امریکہ میں ان لوگوں کی بحث و نظر کا موضوع بنا ہوا ہے جو علحدگی پسند کہلاتے ہیں اور جو اب بھی باور کرتے ہیں کہ امریکہ جنگ سے الگ رہ سکتا تھا اگر سوویٹ روس کی نشری تقاریر نے اس کو جنگ میں ڈھکیل دیا اور اب بھی وہ تمام دول محور یا ان میں سے کسی ایک سے علحدہ صلح کر سکتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک مقصد جنگ یہ ہونا چاہئے کہ بین الاقوامی معاشی اور سیاسی اختلافات بالکلیہ مٹا دیے جائیں صد ہا سال کے بین الاقوامی منافشات کا قلع قمع کر دیا جائے اور ہر ملک میں ایک ہی طرز کا نظم قائم کیا جائے گویا زمین پر جنت قائم کر دی جائے۔

اس سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ ایسی نصب العینی دنیا وجود میں نہیں لائی جاسکتی لہٰذا مقاصد جنگ قابل حصول نہیں ہیں۔ اس طرح علحدگی پسند افراد کے نزدیک جنگ کے کوئی معنے ہی نہیں۔ علحدگی پسند افراد جب مقاصد جنگ پر بحث کرتے ہیں تو ان کا منشاء دراصل برطانیہ یا سوویٹ روس پر حملہ کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً سوویٹ روس پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اس نے اپنے مقاصد جنگ کا اظہار نہیں کیا یعنے دنیا کی مابعد جنگ تنظیم سے متعلق روس نے کوئی جامع پروگرام شائع نہیں کیا مگر یہ بات نظر انداز کر دی جاتی ہے کہ برطانیہ اور امریکہ نے بھی ایسا نہیں کیا۔ ایسا پروگرام تو مشترکہ غور و فکر سے مرتب کیا جاسکتا ہے اور مختلف فیہ مسائل پر قبل از وقت بحث کا مضر اثر ہو سکتا ہے۔ اس وقت آزادی پسند اقوام کے اتحاد کا مقصد واحد صرف ایک ہے اور وہ دشمن پر جلد سے جلد فتح پانا ہے۔

میں یہ کہنا نہیں چاہتا کہ صرف امریکہ کے علحدگی پسند افراد مابعد جنگ تنظیم کے مسائل پر بحث کرتے ہیں

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۹)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۳	۲۶ ر اسفندار ۱۳۵۳ ف	نمبر ۴۲

اتحاد کی تلقین اور انتشار کی کوشش

معاصر مشیر نے اس سال جلسۂ تقسیم اسناد میں تقریر کرنے کے لئے مسٹر راجگوپال چاری کی آمد پر ... مسٹر راجگوپال چاری کی آمد سے چار روز قبل، ۶ ر اسفندار کی اشاعت میں معاصر مشیر دکن نے مسٹر راجگوپال چاری اور مادری زبان بحیثیت واسطۂ تعلیم کے عنوان کے تحت ایک اداریہ سپرد قلم کیا ہے جس میں راجہ جی کی ایک تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ صاحب موصوف طلبہ اور طالبات کی مادری زبان کو واسطۂ تعلیم بنانے کی ضرورت پر خاص زور دیتے ہیں۔ اس اداریہ میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ حیدرآباد میں ثانوی تعلیم کی منزل میں مقامی زبانوں کو بالآخر ذریعہ تعلیم قرار دینا پڑے گا۔

اس وقت مسٹر راجگوپال چاری کی وہ پوری تقریر جس کا ذکر معاصر موصوف نے کیا ہے ہمارے سامنے نہیں ہے۔ اس لئے ہم اس تقریر پر کوئی تبصرہ نہیں کر سکتے۔ البتہ ہم اس امر پر غور کر رہے ہیں کہ راجہ جی کی آمد کے موقع پر معاصر موصوف کو ذریعہ تعلیم کا مسئلہ اٹھانے کی کیوں ضرورت لاحق ہوئی؟ ہم اور ہماری طرح بہت سے لوگ واقف ہیں کہ جب کبھی برطانوی ہند کا کوئی سربرآوردہ لیڈر حیدرآباد آتا ہے یا بیرون حیدرآباد کسی مقام پر بھی زبان کے مسئلہ پر کوئی شخص کوئی رائے ظاہر کرتا ہے تو بعض مقامی جرائد اور افراد مقامی زبانوں کی آڑ میں کبھی بالواسطہ اور کبھی بلاواسطہ اُردو کی مخالفت شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ جس وقت ہندوستانی جامعات کی مجلس کا اجلاس حیدرآباد میں منعقد ہو رہا تھا اور برطانوی ہند کی جامعات کے نمائندے اور ماہرین تعلیم یہاں جمع تھے اسی گروہ نے مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کا نعرہ بلند کر کے بالواسطہ طور پر اُردو کے خلاف ایک محاذ تیار کر دیا تھا۔ جہاں تک ہم نے غور کیا ہے مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کا نعرہ بظاہر ایک بے ضرر نعرہ ہے لیکن اس کے مضرات خطرات سے معمور ہیں جن کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔

ذریعہ تعلیم کے مسئلہ پر اگر کوئی شخص سنجیدگی سے غور کرے تو اس کے ذہن میں دو تنقیحات پیدا ہوں گی۔

(۱) کیا حیدرآباد کو ایک مشترکہ زبان کی ضرورت ہے؟ اگر ہے تو کیا اُردو ایک مشترکہ زبان کی حیثیت سے ذریعہ تعلیم قرار پانے کی مستحق نہیں ہے؟

(۲) حیدرآباد کے نظام تعلیم میں مقامی زبانوں کا کیا مقام ہونا چاہئے؟

ان دو تنقیحات سے متعلق ہم نے مقامی زبانوں کے حامیوں کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی بہت کوشش کی لیکن ہمیں اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہماری یہ کوشش کبھی مشکور نہیں ہوئی۔

البتہ مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کا نعرہ متواتر ہمارے کانوں میں گونجتا رہا۔ ہمیں توقع تھی کہ معاصر مشیر دکن جو مقامی زبان کے مسئلہ میں ایک خاص نقطۂ نظر رکھتا ہے اپنے خیالات کو واضح کر کے ہمیں مطمئن کرے گا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ معاصر موصوف مشترکہ زبان کے مسئلہ پر مسلسل سکوت کو اپنا مسلک قرار دے کر وقتاً فوقتاً مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کا نعرہ بلند کرتا رہتا ہے۔ البتہ دبی زبان سے کبھی کبھی یہ کہہ دیتا ہے کہ وہ اُردو کا مخالف نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے تحریرات جو تنقیحات سے معمور ہوں یقین آفریں نہیں ہو سکتیں۔ چند روز قبل معاصر موصوف نے مسٹر کرشنا چاری جوشی کا ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں مضمون نگار نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ اُردو حیدرآباد کی مشترکہ زبان نہیں ہے مگر وہ اپنی پوری کوشش کے باوجود اس حقیقت پر پردہ نہ ڈال سکے کہ اُردو حیدرآباد کی مشترکہ زبان ہے۔ چنانچہ انہیں دبی زبان سے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ:

> "ملکی زبان بولنے والے دو اشخاص ایک دوسرے کی زبان سے واقف نہیں ہونے کی وجہ سے اُردو زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اس نے اس کو مشترکہ زبان قرار دیا جاتا ہے اور اس سے کسی کو گریز نہیں"

اگر مشترکہ زبان یہی ہے تو پھر کس کو مشترکہ زبان کہا جائے گا؟ بہر حال اس واقعہ سے انکار ناممکن ہے کہ حیدرآباد کو ایک مشترکہ زبان کی ضرورت ہے اور اُردو ہی وہ مشترکہ زبان ہے۔ ہم متعدد واقعات اور مثالوں سے ثابت کر سکتے ہیں کہ تلنگانہ، مرہٹواڑی اور کرناٹک میں اُردو ہر جگہ بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ چند ہی روز کا واقعہ ہے کہ اجناس کی راست خریداری کے مسئلہ سے متعلق معاصر "رعیت" اور معاصر "مشیر دکن" کے صفحات پر جن کاشتکاروں کے خطوط شائع ہوئے تھے ان سے صاف طور پر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کاشتکاروں کا طبقہ بھی اُردو سے نابلد نہیں ہے۔ ہم بار بار واضح کر چکے ہیں کہ اُردو ہی ایک ایسی زبان ہے جو حیدرآباد کے تین علاقوں ——— تلنگانہ، مرہٹواڑی اور کرناٹک ——— میں ربط و اتحاد قائم کرنے اور معاشرتی میل ملاپ اور مشترکہ تہذیب کو نمو دینے کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ ہمارا ایمان ہے کہ اُردو ہی ایک ایسی زبان ہے جو حیدرآباد کی سیاسی وحدت کو قائم و برقرار رکھ سکتی ہے۔ معاصر موصوف اور اس کے ہم خیال یہ تو ضرور کہتے ہیں کہ وہ حیدرآباد کے مختلف فرقوں اور طبقوں میں اتحاد کے خواہاں ہیں اور حیدرآباد کی سیاسی وحدت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں مگر یہ ایک عجیب بات ہے کہ وہ اس ذریعہ کو مٹانے کی کوشش بھی کرتے ہیں جو حیدرآبادیوں میں اتحاد اور حیدرآباد کی سیاسی وحدت کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ اتحاد کی تلقین اور انتشار کی کوشش ہم کسی کو ایک عجیب و غریب طلسم ہے۔

مقامی زبانوں کے حامیوں کا فی الوقت یہ مطالبہ ہے کہ تعلیم کی ثانوی منزل میں مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔ اس مطالبہ کی نسبت ہم بارہا اپنے خیالات اور شکوک ظاہر کر چکے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہمارے شکوک کا کسی گوشہ سے اب تک کوئی تشفی بخش جواب نہیں ملا۔ مگر مقامی زبانوں کا راگ بدستور الاپا گیا۔ اس تحریک کی ابتدا میں یہ مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ مقامی ضروریات کی تکمیل کے لئے تعلیم کی ابتدائی منزل میں مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔ حکومت سرکار عالی نے جو یہ چاہتی تھی کہ مقامی زبان کو وہی اہمیت دی جائے جس کی وہ مستحق ہیں یہ طے کیا کہ ابتدائی منزل میں ہر طالب علم کو اس کی مادری زبان میں تعلیم دی جائے اور لڑکیوں کے لئے آٹھویں جماعت تک مادری زبان میں تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ اور فی ثانوی جماعتوں میں ان طلبہ کے لئے جو اُردو نہیں جانتے ان کی مادری زبان لازمی قرار دی جائے۔ اور انہیں یہ بھی اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہیں تو مادری زبان کے بجائے سنسکرت لے سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ وسطانی ثانوی منزل میں بھی مادری زبان میں تعلیم کا انتظام موجود ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جامعہ عثمانیہ میں تلنگی، مرہٹی اور کنڑی کی تعلیم کا انتظام نہ صرف بی اے کی جماعتوں تک محدود ہے بلکہ ... تعلیم

تک سیاسی استحکام کیا گیا ہے اور ان زبانوں میں تحقیق و ریسرچ کی جو سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ حکومت سرکار عالی کی اس تعلیمی پالیسی میں مشترکہ زبان کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں کو وہ مقام دیا گیا ہے جس کی حالات ملک کے لحاظ سے ضرورت تھی۔ اس پالیسی سے صرف شورش پسند افراد کو اختلاف ہو سکتا ہے جہاں تک ہمیں علم ہے ملک کے سنجیدہ طبقے اور رعایائے ہند کے باہر ان تعلیم بھی اس پالیسی کا کوئی بدل پیش نہ کر سکے۔

دو سال قبل ہم نے یہ واضح کیا تھا کہ اس تحریک کا منشا محض مقامی ضروریات کی تکمیل نہیں ہے۔ اور یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ یہ تحریک مقامی زبانوں کو ابتدائی منزل میں ذریعہ تعلیم بنانے تک محدود نہیں رہے گی۔ آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا یہ اندیشہ غلط نہیں تھا۔ ثانوی منزل میں مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کا مطالبہ کہاں لے جائے گا ارباب فکر و نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اس سلسلہ میں ہم نے ایک صاف اور سیدھا سوال یہ کیا تھا کہ اگر ایک طالب علم تلنگی یا کسی مقامی زبان میں تعلیم پاکر میٹرک کامیاب کرے تو وہ جامعہ عثمانیہ میں جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہے کس طرح چل سکے گا؟ اس کا ہمیں کوئی جواب نہیں ملا۔ ظاہر ہے کہ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ مقامی زبانوں کو ثانوی منزل میں ذریعہ تعلیم قرار دینے کے بعد کیا یہ مطالبہ نہیں کیا جائے گا کہ ان طلبہ کے لئے مقامی زبانوں میں جامعات قائم کی جائیں جنہوں نے مقامی زبانوں میں میٹرک کامیاب کیا ہے؟ اور کیا پھر اس کے بعد یہ مطالبہ نہیں ہوگا کہ ہر علاقہ کا نظم و نسق اسی علاقہ کی زبان میں چلایا جائے؟ اگر بالفرض ایسا کیا گیا تو کیا حیدرآباد میں بسنے والے مختلف فرقوں کا اتحاد اور حیدرآباد کی سیاسی وحدت برقرار رہ سکتی ہے؟

ہمارے یہ شبہات محض قیاسی نہیں ہیں بلکہ ہماری نظر سے ایسے مضامین اور پمفلٹ گزرے ہیں جن میں ہر علاقہ کا نظم و نسق اسی علاقہ کی زبان میں چلانے کا مطالبہ کیا گیا اور اس مطالبہ میں کسی مشترکہ زبان کی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ اور یہ مطالبہ ایسے افراد کی جانب سے کیا گیا ہے جو اشتراک اور اتحاد کے علمبردار ہونے کے مدعی ہیں۔ ان شبہات کو پیش کرکے ہم نے اپنے معاصر سے بار بار خواہش کی ہے کہ وہ ان کا تشفی بخش جواب دے کر ہمیں مطمئن کر دے۔ مگر اس کا جواب سکوت سے دیا گیا اور مقامی زبانوں کا نعرہ برابر فضا میں گونجتا رہا۔

جب یہ صورت حال ہے تو کیا ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب نہیں ہیں کہ وہ ادارے، افراد اور جرائد جو اپنے آپ کو اتحاد کے علمبردار، مشترکہ تہذیب اور مشترکہ قومیت کے حامی ظاہر کرتے ہیں در اصل انتشار کے علمبردار اور نفاق کے حامی ہیں اور مقامی زبانوں کی آڑ میں ایسے مرکز گریز رجحانات پیدا کر رہے ہیں جن سے حیدرآباد کی سیاسی وحدت کو ضرب لگتی ہے۔ ایک فنی مسئلہ کو سیاسی اغراض کی تکمیل کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہمارے سوالات کا تشفی بخش جواب کیوں نہیں دیا جاتا اور کیوں ان سوالات کو طاق نسیاں میں رکھ کر مقامی زبانوں کا راگ بدستور الاپا جاتا ہے؟ ہم کافی غور و خوض کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ تحریک بے ضرر اور معصوم تحریک نہیں ہے بلکہ یہ ایک سیاسی فتنہ ہے جو زبان کے مسئلہ کے پیچھے پرورش پا رہا ہے اور اس کا انسداد ہر بہی خواہ وطن کا فرض ہے۔

بدنصیب محکمہ تعمیرات

مسائل عامہ سے دلچسپی رکھنے والا طبقہ گزشتہ دو ہفتوں سے اس امر پر غور کر رہا ہے کہ محکمہ تعمیرات کی کارکردگی اور اس کے مستقبل پر حالیہ تبدیلیوں کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ اس خصوص میں کسی قسم کی پیش قیاسی خلاف احتیاط ہے لیکن یہ امر ضرور غور طلب ہے کہ محکمہ تعمیرات یکے بعد دیگرے اچھے فن دانوں کی خدمات سے کیوں محروم ہوتا جا رہا ہے؟ ان کے مخالفین بھی اس امر کا اعتراف کریں گے کہ نواب علی نواز جنگ بہادر، مولوی سید عارف الدین صاحب، مولوی احمد مرزا صاحب اور مولوی سید علی رضا صاحب ملکی انجینیروں میں بہ لحاظ فن دانی اور بہ لحاظ دیانت و کارکردگی ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ نواب علی نواز جنگ بہادر کی شخصیت تو ہندوستان بھر میں اپنی آپ نظیر ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا محکمہ تعمیرات کو ان اصحاب کے تجربہ سے استفادہ کرنے کی واقعی ضرورت نہیں؟ کیا محکمہ مذکور ان کی خدمات سے بے نیاز ہو چکا ہے؟ محکمہ تعمیرات ایک ایسا محکمہ ہے جس کو کامیاب طریقہ پر چلانے کے لئے نہ صرف اعلیٰ فن دانی بلکہ انتہا درجہ کی دیانت درکار ہوتی ہے۔ اگر حیدرآباد کے نوجوان فن انجینیری میں ایسا عبور حاصل کر لیتے کہ مذکورہ بالا اصحاب کے صحیح جانشین ثابت ہو سکتے تو ہمیں ان اصحاب کی سبکدوشی پر کوئی ملال نہ ہوتا کیونکہ ہمیں ذاتیات اور شخصیتوں سے کوئی سروکار نہیں۔ مگر جب ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ حیدرآباد میں باوجود علمی ترقیوں کے ابھی تک قحط الرجال ہے تو ہمیں مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ محکمہ تعمیرات کو مفید اور کارآمد کارکنوں سے بے نیاز نہ ہونا چاہئے۔

ممالک محروسہ سرکار عالی میں معاشی ترقی کے امکانات کافی وسیع ہیں۔ ایک طرف بارش کی حالت غیر یقینی ہے تو دوسری طرف وسیع رقبہ جات وسائل آبپاشی کے منتظر ہیں۔ اس بات کو تسلیم کیا جا چکا ہے کہ صنعتی ترقی کے لئے برقابی قوت ناگزیر ہے۔ وسائل حمل و نقل میں ترقی کی کافی گنجائش موجود ہے۔ مابعد جنگ تنظیم میں انہی مسائل کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مقام افسوس ہے کہ عین اس موقع پر جبکہ محکمہ تعمیرات کو اپنی سرگرمیوں کے لئے ایک اچھا میدان اور موافق حالات نصیب ہو رہے تھے اس کے اچھے کارکن اس سے اپنا دامن بچا بچا کر نکلتے جا رہے ہیں۔ سوال پھر یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس کا جواب صرف حکومت ہی دے سکتی ہے۔

یہ ایک عام مقولہ ہے کہ صاحبان فن خواہ وہ نقاش ہوں یا شاعر، مصور ہوں یا منشی اکثر نازک مزاج ہوتے ہیں۔ اور یہی حال انجینیروں اور ڈاکٹروں کا ہوتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا اصحاب بھی نازک مزاج یا ذکی الحس واقع ہوئے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ ایک قومی گورنمنٹ کے سررشتہ کے اعلیٰ مفاد کی خاطر حکومت کو چاہئے کہ ان کی تھوڑی بہت ناز برداری بھی کرے۔ حکومتوں کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر حکومت کو ایسے واقعات سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ جب حکومتیں بعض دفعہ مخالفانہ ذہنیت رکھنے والے لیڈروں کی ناز برداری کر لیتی ہیں تو ایسے خادمان ملک و ملت کی نازک مزاجی کو طرح دے دی جائے تو یقیناً بعید از مصلحت نہ ہوگا۔

ظاہر ہے کہ محکمہ تعمیرات کے موجودہ خلفشار کی ذمہ داری زیادہ تر اس محکمہ کے صدر پر عائد ہوتی ہے اور ہمارا یہ بھی خیال ہے کہ راجہ صاحب اس مسئلہ کو اب بھی سلجھا سکتے ہیں۔ بہرحال ان حالات میں ہم موجودہ چیف انجینیر صاحب سے اپنی اچھی توقعات وابستہ کرتے ہوئے یہ دعا کرتے ہیں کہ یہ محکمہ غیر فنی اقتدار کے تابع نہ ہو جائے۔

ہندوستان کا مسئلہ برطانیہ کو حل کرنا چاہئے

کامریڈ ایم این رائے کی تقریر

یوروپین ایسوسی ایشن (کلکتہ) کے ارکان کو مخاطب کرتے ہوئے کامریڈ ایم این رائے نے بتلایا کہ ہندوستان کا سیاسی تعطل کس طرح دور ہو سکتا ہے اور یہاں کس قسم کی حکومت قائم ہونی چاہئے۔ اس تقریر کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ہمارے ملک کا مستقبل نیز آپ کے ملک کا مستقبل زیادہ تر ان دو ممالک کے قریبی اشتراک عمل پر منحصر ہے۔ میں یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کی مابعد جنگ تنظیم بھی ان دونوں ممالک کے اشتراک عمل کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہمارے ملک کی سیاسی زندگی میں ایسی تبدیلیاں اور اتار چڑھاؤ ہوتا رہا ہے کہ اس سے انگریزوں میں کچھ تلخی سی پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ جنگ جیتنے کا خیال آپ سب کے دماغوں میں اس طرح نمایاں ہے کہ ہندوستان کے سیاسی تعطل پر غور کرنا آپ کے لئے فی الوقت ممکن نہیں۔ اس لئے یوروپین فرقہ کا عام خیال ہے کہ خود ہندوستانیوں کو اپنا مسئلہ حل کرنا چاہئے۔ برطانیہ نے بھی یہ اعلان کر دیا ہے کہ ہندوستانی خود آپس میں متفق ہو جائیں اور اگر وہ متفقہ طور پر مطالبہ کریں تو ہم قبول کریں گے۔

میرے خیال میں آپ ذمہ داری سے گریز کر رہے ہیں۔ تقریباً دو سو برس سے انگریز اس ملک پر حکومت کرنے کے ذمہ دار رہے ہیں۔ اس لئے آپ اس ملک کے مستقبل کو تشکیل دینے کی ذمہ داری سے پہلو تہی نہیں کر سکتے۔ سوال یہ ہے کہ آپ یہ ذمہ داری کس طرح پوری کر سکتے ہیں؟

موجودہ جنگ دنیا کے ایک بڑے حصہ کو مصیبت میں مبتلا کر چکی ہے۔ جنگ کے بعد تنظیم جدید کی ضرورت ہوگی۔ نئی دولت پیدا کرنی پڑے گی۔ اشیائے صرف تیار کرنی ہوں گی۔ تنظیم جدید میں محنت کا عنصر بہت اہم ہوگا۔ اس جنگ کا ایک بڑا تجزیہ یہ ہے کہ اس نے یورپ کی انسانی قوت کو تلف کر دیا۔ مابعد جنگ تنظیم کے لئے ہندوستان کے وسیع تر انسانی وسائل سے استفادہ کرنا پڑے گا۔ ہندوستان انسانی وسائل رکھنے کے باوجود اپنے افلاس کو دور نہ کر سکا۔ جنگ کے بعد ہندوستان کے انسانی وسائل کو نہ صرف ہندوستان کے مفاد کے لئے بلکہ دنیا کی تنظیم جدید کے لئے بھی کام میں لانا ہوگا۔ ہندوستانی مزدوروں کی قوت پیداوار اس وقت بہت گھٹی ہوئی ہے اور ساری معاشی پریشانیوں کی علت یہی ہے۔ ہندوستانی مزدوروں میں قوت پیداوار کو بڑھانے کی کوشش کرنی پڑے گی۔ مزدوروں کی قوت پیداوار میں اس وقت اضافہ ہوتا ہے جب کہ صنعتوں کو جدید میکانکی طریقوں پر چلایا جاتا ہے۔

ہندوستان کو صنعتی بنانے کا مطالبہ محض تخیل کا مطالبہ ہے۔ ہندوستان کی صنعتی پستی کے جو علل اور اسباب ہیں ان میں سب سے بڑا سبب اس کی سماجی ہیئت ہے۔ پس ہندوستان کی معاشی ترقی کے لئے ہندوستان کو مابعد جنگ تنظیم میں حصہ لینے کے قابل بنانے کے لئے سماجی ہیئت اور سوسائٹی کی اصلاح ضروری ہے۔ ہندوستان کو ایک ایسی حکومت کی ضرورت ہے جو اس کام کا بیڑا اٹھانے کی ہمت بھی رکھتی ہو۔ اس کا آئندہ دستور ایسا ہونا چاہئے جس کے تحت اس قسم کی حکومت تشکیل پا سکے۔

ہندوستان میں صنعتی ترقی کی رفتار اس لئے سست ہے کہ ہندوستانیوں کی قوت خرید بہت گھٹی ہوئی ہے۔ اگر زیادہ اشیا تیار کی جائیں تو ان کی نکاسی ممکن نہیں۔ اس کے برعکس یہ نہیں کہا جا سکتا کہ باشندگان ہند کی ساری ضروریات پوری ہو گئی ہیں۔ ہندوستانیوں کو بہت سی اشیا کی ضرورت ہے مگر ان میں خرید کی قوت نہیں۔ صورت حال کے اس تضاد کو محسوس کر کے اکثر لوگ ہندوستانی عوام کے معیار زندگی کو بلند کرنے کی تجویز پیش کر رہے ہیں۔ خیال بہت اچھا ہے مگر اس کو روبعمل لانا دشوار ہے۔ لیکن اگر عوام کے معیار زندگی کو بلند نہ کیا جائے تو منڈیوں میں توسیع نہ ہوگی۔ اگر منڈیوں میں توسیع نہ ہو تو صنعتیں ترقی نہیں کر سکتیں اور ہندوستان معاشی اعتبار سے پست رہے گا اور مابعد جنگ تنظیم میں حصہ نہ لے سکے گا۔ یہ ایک منحوس چکر ہے لیکن کیا اس کا کوئی حل نہیں۔

اس کا حل اس امر میں مضمر ہے کہ ہندوستان کے لئے کس قسم کا دستور تشکیل دیا جائے گا۔ قدیم سیاسی جماعتیں جو اب تک ملک کی سیاسی فضا پر مسلط ہیں اس کا حل فراہم نہ کر سکیں۔ ہندوستان کی معاشی زندگی کا منحوس چکر اس وقت ٹوٹ جائے گا جبکہ ایک ایسی حکومت تشکیل پائے گی جو اشیا کی پیداوار کو عوام کی ضرورت کی تکمیل کے تابع رکھ سکے گی۔

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کا مسئلہ فی الوقت برف دان میں رکھ دیا گیا ہے کیونکہ قدیم سیاسی جماعتیں آپس میں متفق نہ ہو سکیں۔ میں نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر ہندوستان کو ایسی حکومت دی جائے جس کی باگ ڈور قدیم سیاسی جماعتوں کے ہاتھ میں ہو اور جو ہندوستان کے مفادات خاصہ کی نمائندگی کرتی ہیں تو ایسی معاشی ترقی ممکن نہ ہوگی جو ہندوستان نیز برطانیہ اور ساری دنیا کے لئے مفید ہو سکے۔ جب یہ صورت حال ہے تو میرا اور آپ کا یہ فرض ہے کہ ایک دوسری قسم کی حکومت کے لئے زمین تیار کریں۔

دوسری قسم کی حکومت سے میری مراد ایسی حکومت ہے جو درحقیقت عوام کی حکومت ہو اور اقتدار عوام کے ہاتھ میں منتقل کیا جائے۔ وائسرائے کی کونسل کی توسیع کے منصوبے سے اس ملک کے عام باشندوں کو کوئی دلچسپی نہیں۔ اگر مرکزی حکومت معاشی ترقی کے لئے قانون سازی کرنا چاہتی ہے تاکہ ہندوستانی سماج کی اس طرح تنظیم جدید ہو سکے کہ ہندوستانی مزدور اپنی موجودہ بدحالی سے نکل آئیں یا ایسی ترقی پذیر معاشی تدابیر اختیار کرنا ہے جن سے عوام کو اس طرح فوری فائدہ پہنچے کہ وہ ایسے افراد کے دست برد سے محفوظ ہو جائیں جو لیڈر اور نجات دہندہ بن کر ان کو دھوکہ دے رہے ہیں تو کون امر مانع ہے۔ ایسی تدابیر بہت جلد فضا کو صاف کر دیں گی اور حکومت اور عوام کے مابین جو خلیج حائل ہے وہ پاٹ دی جائے گی۔ ایسی فضا پیدا ہوگی کہ اس میں عوام کی آواز پیدا ہوگی اور نتیجے کے طور پر ایک نئی قیادت وجود میں آئے گی اور ایک ایسا دستور مرتب ہوگا جو ہندوستان کے لئے فی الحقیقت مفید ہوگا اور ہندوستان کے اعلیٰ طبقوں کے بجائے ہندوستان کے عوام کو آزادی حاصل ہوگی۔

اگر وہ انگریز جو ہندوستان پر اب بھی حکومت کر رہے ہیں اور وہ انگریز بھی جو یہاں تجارت اور صنعت میں مصروف ہیں اس آزادی کے حصول میں ہماری کوشش کا ساتھ دیں جس کی عوام کو ضرورت ہے تو مجھے یقین ہے کہ ایسی آزادی سے برطانیہ کو نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ اس کے برعکس ان دو جمہوریتوں کے مابین اشتراک عمل کی ایک ٹھوس بنیاد فراہم ہوگی۔ تب کہیں دولت عامہ کے تصور میں کچھ جاذبیت پیدا ہوگی۔ اس وقت تک اگر ہم ہندوستانی اس کو شبہ کی نظر سے دیکھیں تو ہمیں مورد الزام نہ ٹھہرانا چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ تہذیب برطانوی دولت عامہ میں ہمارا کیا مقام ہے؟ اگر آپ کا منشا واقعی عوام کی دولت عامہ ہے تو اس کو برطانوی دولت عامہ نہ کہو۔

میں جو بات واضح کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جنگ کے بعد دنیا وہ نہ رہے گی جو اب ہے۔ غالباً بعض انگریز یہ خیال کرتے ہیں کہ اب جنگ ختم ہو رہی ہے اور دول محور شکست کھا جائیں گے اور حالات بدستور قائم رہیں گے۔ مگر ایسا نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر قدیم سیاسی جماعتوں کے لیڈروں نے ساتھ کو ٹھکرا دیا بھی ہے تو حکومت برطانیہ ہندوستان کو حق خود ارادیت دینے کے وعدہ کی پابند ہے۔ حکومت برطانیہ اپنے وعدے سے انحراف کرنے کی غلطی نہیں کرے گی۔ پس ہندوستان کے

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۱)

اردو مشترکہ تہذیب کی علمبردار ہے

از جناب محمد حسین فیضی صاحب

اردو ایک زندہ چونچال اور میٹھی زبان ہے اپنی ہمہ گیری اور ہردل عزیزی سے ملک گیر اور عالمگیر بن چکی ہے۔ ہمارے معزز ہندو بھائی اور مسلمانوں نے زمانہ ماضی میں اس کی ترقی اور بہبودی کے لئے کد و کاوش کی۔ یہی سبب ہے کہ اردو ادب نوازی اور ملک کے بعض مشہور ہندوؤں کے نام اردو کے محسنوں میں نہایت ممتاز ہیں۔ اس طرح یہ تینوں ترکی قوموں ہندو مسلم اور انگریزوں کی جیتی جاگتی ہے اور یہ ان کی مشترکہ کد و کاوش کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔

ہمارا اصل موضوع جے پور ہے۔ ریاست جے پور کو سلاطین مغلیہ سے تعلق رہا ہے جن کے زیر عنایات یہ قائم ہوئی تھی۔ اس نے اپنے بیدار مغز روشن دماغ والیان ریاست کے تحت وہ تہذیب اور کلچر پیدا کی جو مغل اور راجپوت بہادرانہ ماحول میں پیدا ہوئی تھی اس تہذیب اور کلچر کی احیاء کے لئے اردو زبان ممد و معاون رہی۔

سابق والیان ریاست مہاراجہ سوائے مادھو سنگھ جی بہادر اپنے دھرم کے پابند تھے مگر انہوں نے کبھی اپنے معاصرین کے مشوروں کو ناجائز فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دیا اور اردو کو اس کی سلامت روی کی حالت میں رہنے دیا۔ چونکہ مغلیہ سلطنت کے تعلق سے یہ راجستھان تہذیب و تمدن اور کلچر میں ممتاز رہا۔ اور آہستہ آہستہ ملک میں فارسی کا رواج ہو گیا خصوصاً کایستھ خاندان فارسی زبان کے قابل الذکر ہیں۔ ہوتے ہوتے حکومت کی زبان فارسی ہو گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک نئے دور کا ورود ہوا۔ وقت موجودہ کی تہذیب اور کلچر کے اثر سے یہاں کے روشن خیال راجپوت اردو کی نشو و نما میں بدل و جان ساعی رہے۔ اس طرح اردو ترقی کرتے کرتے سنہ ۱۹۰۰ء میں حکومت کی زبان بن گئی۔ اور ایک سو دو سال سے یہ اس ریاست میں رائج ہے۔ اس راجستھان کا ریکارڈ ہندوستان کی تاریخ پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہے۔

ان تمام امور موجودہ کے مقابل اس سے بڑھ کر سفید جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔ اس کے برادر کیں کہا جا سکتا ہے کہ اردو ہندی شرادہے؟ جیسا ہندوستان کی مختلف قوموں کو اگر ہندو ہی پسند نہیں تو اردو کی نشو و نما ان کے کیونکر ہوتی؟

دیکھئے جب مسلمان ہندوستان میں آئے تو اردو نے مسلمانوں اور یہاں کے باشندوں آریوں کی تہذیب و کلچر کے ماحول میں اپنا جنم لیا۔ معزز ہندو بھائیوں کے ساتھ ہو کر مسلمانوں نے اپنی پیاری زبان عربی کی قربانی دے کر اردو

ترقی دی۔ کیا اردو اپنے محسنوں دیا شنکر نسیم، رتن ناتھ سرشار، سر تیج بہادر سپرو، سرور جہاں آبادی، منشی سہانا جی، فرحت، دو شرما، تمنا، وفا وغیرہ وغیرہ کی ادبی کوششوں کو فراموش کر سکتی ہے۔ اس اعتبار سے اردو ہندو مسلم قوموں کے اتفاق کے لئے لازم و ملزوم ہے۔ چونکہ یہ ہندو مسلم تمدنی میل ملاپ اور ثقافتی امتزاج کا نتیجہ ہے اس کی حفاظت مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں پر عائد ہوتی ہے کیونکہ اردو ہندی شراد ہے۔

اس مضمون میں ہم ایک اور نقطہ کی طرف حضور مہاراجہ صاحب بہادر کی توجہ گرامی کو مبذول کراتے ہیں کہ اردو وہ چونچال اور میٹھی زبان ہے جس کو راجدھانی کے سابق فرمانرواؤں نے اپنی گود میں پالا اور حکومت کی زبان قرار دیا۔ آج کس انقلاب عظیم نے حکومت کو مجبور کیا ہے؟ کہ اردو نظام حکومت سے خارج کی جا رہی ہے۔ یہ پالیسی ریاست کے لئے مفید نہیں تو اور کیا ہے؟ مہاسبھائیوں کی خوشنودی کے لئے اندرون و بیرون ریاست دلوں کو مجروح کرنا کونسی دانشمندی ہے؟ مہاسبھائیوں نے کہہ دیا کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ بنا بریں موجودہ حکومت نے اردو کو ریاست سے خارج کر دیا۔ اس صورت میں کیا یہ سوال بے جا ہو گا کہ اسے مسلمانوں سے کیونکر نفرت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ بات والی ریاست کی روشن اندازی اور نظر ثانی کے قابل ہے۔ اس نظر ثانی سے مہاراجہ صاحب کی قدر و منزلت اندرون و بیرون ریاست کے دلوں میں بڑھ جائے گی۔ یہ امر انصاف اور مصلحت پر مبنی ہے مگر سخت افسوسناک امر ہے کہ سر مرزا اسمٰعیل وزیر اعظم نے مہاسبھا اور کانگریسی رہنماؤں کی خوشنودی کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے۔ کیا سر مرزا اسمٰعیل صاحب ثابت کر سکتے ہیں کہ ریاست کے پچانوے فی صد آبادی دیوناگری رسم الخط کی جاننے والی ہے؟ کیا وہ یہ بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ ہندی یا دیوناگری رسم الخط ہندوستان کا عام رسم الخط ہے۔ جہاں مہاسبھائیوں نے اردو کو مسلمانوں کی زبان کہا بحیثیت مرزا صاحب نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے اتحاد و اتفاق پر اور مسلمانوں اور ان کی آئندہ آنے والی نسلوں کے حقوق پر پانی پھیر دیا۔ یہ کونسی مصلحت اور انصاف نوازی ہے کہ ہر دل عزیز اردو جو سابق راجاؤں اور شہنشاہوں کی گود میں پلی اور پروان چڑھی رہی۔ یہی نہیں بلکہ تمام ہندوستان میں عام طور پر اس کے

باہر بھی پھیلی ہوئی ہے۔ ریاست سے بدلی جا رہی ہے۔ ہم بہی خواہان اردو انجام کار حکومت سے صادقانہ نظر ثانی اور دوراندیشی اور مقاصد عمل کی درخواست کرتے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے انجام کار سے خبردار رہنا اور ہر اقدام کے نتائج اور عواقب کو جانچنا اور اپنے عزیز وقت سے تھوڑا وقت نکال کر اصلاح کے لئے تیار ہونا لازمی ہے ورنہ یہ زہر ہندوستان میں پھیلتے پھیلتے اور بھی خطرناک ثابت ہو جائے گا۔ (جاری بیان)

نواب کمال یار جنگ کی تدفین

حیدرآباد ۲۲ اسفندار۔ نواب کمال یار جنگ بہادر کا جنازہ رات میں ۹ بجے کے بعد مکان خانان چلیں سے نکلا جنازہ کے ساتھ امراء جاگیرداران اور عہدہ داران سرکار عالی وغیرہ کا کثیر اجتماع تھا۔ میت دائرہ میر مومن صاحب میں ۱۲ بجے کے قریب لائی گئی جہاں ادائی مراسم کے بعد میت سپرد خاک کی گئی اس موقع پر صدر اعظم بہادر بھی شریک تھے فاتحہ سوم یکم صفر جمعہ کو صبح دس بجے مکان نا پیالیس میں ہوگی۔

طلبا کا اظہار رنج

طلبائے نظام کالج نے آج صبح یہ قرارداد تعزیت منظور کی:۔

"عالی جناب نواب کمال یار جنگ بہادر کی بے وقت و اچانک موت نے ملک کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اس پر ہم طلباء و طالبات نظام کالج اپنے گہرے رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے بیگم کمال یار جنگ بہادر اور مرحوم کے دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔"

حیدرآباد ۲۰ جنوری۔ آج صبح حیدرآباد اسٹاک ایکسچنج کے اراکین نے ایستادہ ہو کر ایک منٹ کی خاموشی سے اپنے صدر نواب کمال یار جنگ مرحوم کے انتقال پر ملال پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کیا (اپ)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ایک سوال۔
ملک میں انسداد رشوت ستانی کیا کر رہا ہے؟

جواب۔
سوچ رہا ہے کہ پہلا چھاپہ کس طرف مارے۔

دو بیوپاریوں کا مکالمہ

پہلا بیوپاری —— شہرکار نے نرخ مقرر کر کے غضب ہی کر دیا

دوسرا بیوپاری —— ارے تو تو بڑا ڈرپوک نکلا۔ جب شہرکار کا گلہ (غلہ) خلاص ہو جائے گا پھر تو نرخ بڑھانا ہی پڑے گا

پہلا بیوپاری —— شہرکار کا گلہ خلاص ہونے تک ہم لوگ بھی خلاص ہو جائیں گے۔

دوسرا بیوپاری —— ارے شہرکار کے پاس زیادہ گلہ نہیں ہے گاندھی ٹوپی والے لیڈر کوشش کر رہے ہیں کہ شہرکار کو گلہ نہ ملے گا۔ ہم نے چندہ میں ہمارا ہزار روپے کا چیک دیا ہے

پہلا بیوپاری —— یہ لیڈر لوگ شہرکار سے گلہ جلدی کیوں نہیں خلاص کراتا۔

دوسرا بیوپاری —— وہ لوگ بھی کوشش کر رہا ہے۔ کبھی ہنڈیاں بانٹتا ہے کبھی بھوکے تار دیتا ہے اور صدر اعظم کے پاس ڈپوٹیشن لے جاتا ہے۔ تو بھی ہمارا ہزار روپے چندہ دیدے۔ (ایک لکھاچار ہا تھا کہ ایک تیسرا بیوپاری آکر گفتگو میں شریک ہو گیا۔)

پہلا بیوپاری —— آؤ سیٹھ جی بیٹھ جاؤ۔

نووارد —— یہ چیک کاہے کا لکھا جارہا ہے؟

پہلا بیوپاری —— لیڈر لوگ کے واسطے چندہ۔

—— شہرکار کا گلہ جلدی خلاص کرالے۔

نووارد —— ارے شہرکار کے پاس تو بہت گلہ ہے۔ لیڈر لوگ کچھ نہیں کر سکتا ابھی ہم مال خریدنے کے لئے گاؤں گیا تھا پھر آیا۔ رعایا اپنا گلہ شہرکار کو خوشی سے بیچ رہی ہے۔ لیڈر لوگوں کو چندہ دینا بے فضول ہے۔

پہلا بیوپاری —— ہے رام رام!
(ان الفاظ کے ساتھ چیک پھاڑ دیا گیا)

غلہ کی برآمد کے خلاف امتناعی احکام جاری ہوئے تو بیوپاریوں نے پیاز کی برآمد شروع کر دی۔ اگر پیاز کی برآمد بھی روک دی جائے تو ادرک اور لہسن کی نوبت آئے گی۔ اگر جملہ اشیائے خوردنی کی برآمد روک دی جائے تو کپڑے کی برآمد شروع ہوگی۔

ہماری رائے میں غیر ملکی بیوپاریوں کی برآمد شروع کر دی جائے تو شاید اس مصیبت کا حل نکل آئے۔

شائقین کی دو جماعتوں میں مصالحت کرانے کی ایک تجویز پیش کرتے ہوئے ترجمان صنعت لکھتا ہے۔

"ہم چاہتے ہیں کہ یہ معاملہ اب زیادہ آگے نہ بڑھے اور مصالحت ہو جائے ہماری ایک تجویز ہے اگر دونوں جماعتوں کے بانیوں اور سکارکنوں کو پسند آجائے تو ہماری درخواست ہے کہ وہ اس کو بنائے مصالحت بنا دیں"۔

خود معاملہ کو اس قدر بڑھانا اور خود ہی مصالحت کی تجویز بھی پیش کرنا ملت کی عین خیرخواہی ہے۔ شاید ایسی ہی تجاویز کے متعلق شاعر نے کہا تھا۔

ع۔ وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

"ریاست کروندیں دستوری اصلاحات" کے عنوان پر معاصر "مشیر دکن" تحریر کرتا ہے کہ:۔

"جہاں تک ہم کو معلوم ہوا ہے وہ ریاست جس میں دستوری و سیاسی ترقی جمہوری نقطہ نظر سے اعلیٰ ترین ہے وہ ریاست اوندھ ہے جو دکنی ریاست ہائے دکن کے تحت کی ایک چھوٹی ریاست ہے اور جہاں کامل ذمہ دارانہ حکومت کا طریقہ چند سال سے رواج پا چکا ہے"۔

ایسی اصلاحات کو کرکٹ کی اصطلاح میں "اوور پچ" کہتے ہیں۔

منفذ اڑیسہ کے کانگریسی اور مسلم لیگی کارکنوں کا بیان۔ صوبے کے نظم ونسق میں حصہ لینے کا فیصلہ۔ (اخباری سرخیاں)

تو گویا اس صوبہ کے ارباب کانگریس کو دوسرے کہہ رہے ہیں کہ

مہرباں ہو کے بلالو مجھے چاہو جس وقت
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آبھی نہ سکوں۔

"انجمن اتحاد مسلم طلبہ" کے نام سے ایک نئی انجمن قائم ہوئی ہے جس نے اپنے مقاصد کا اس طرح اعلان کیا ہے:۔

"ہم نے ایک انجمن قائم کی ہے جس کا مقصد نہ صرف مسلمانوں کے تعلیمی مسائل پر غور کرنا، ان کے حل دریافت کرنا اور اس چیز کی کوشش کرنا ہے کہ ہم میں تعلیم یافتہ لوگوں کا تناسب بڑھے بلکہ ان تمام اہم مسائل پر بھی توجہ کرنا ہے جن کی طرف سے ہماری عدم توجہ ہماری قومی بنیادوں کو کھوکھلا کر دے رہی ہے"۔

ہم سمجھتے تھے کہ تعلیمی مسائل پر غور اور ان کا حل دریافت کرنا قائدین کا کام ہے اور طلبہ کا فرض تحصیل علم ہے۔ قائدین کے فرائض ادا کرنے پر طلبہ کا تیار ہونا کیا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ قائدین کو تحصیل علم کی طرف رجوع ہونے کی ضرورت ہے؟

کل ہند اردو کانفرنس نے اپنے حالیہ اجلاس منعقدہ ناگپور میں یہ قرارداد منظور کی ہے کہ برطانوی ہند کے کسی حصہ میں ایک اردو یونیورسٹی قائم کی جائے۔ اس قرارداد کو معاصر "مشیر دکن" نامناسب قرار دیتے ہوئے یہ استدلال کرتا ہے کہ جامعہ عثمانیہ کی موجودگی میں اردو کی کسی جدید یونیورسٹی کا قیام غیر ضروری ہے۔

معاصر موصوف کی اس روش کو ہم سمجھنے سے قاصر ہیں۔ یا تو جامعہ عثمانیہ سے معاصر موصوف کو غیر معمولی محبت ہے یا اردو کی مخالفت کا یہ ایک نیا انداز ہے۔

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے

ہندو مہا سبھا نے ضلع ادبان (بنگال) کے حصول اور تقسیم سے متعلق حکومت کی تحریک کے خلاف بہت شور مچایا کیونکہ اس کی رو سے قدرتی طور پر دیہاتی آدمی زمین سے کاشت نہیں کرتا اور صوبہ میں دلالوں کے ذریعہ کاروبار کے قدیم راستے بند ہو جاتے ہیں۔ حکومت پہلے تھوک فروشوں پر نئی فصل سے متعلق اعتماد نہیں کر سکتی تھی کیونکہ نئی فصل بھی ان کے ہاتھ میں پڑ جاتی تو وہ ذخیرہ بازی کر کے پھر ایک قحط پیدا کر دیتے۔ (وزیر خوراک بنگال)

کیا محکمہ رسد حیدرآباد کے لئے لمحہ فکر

سر اسٹافورڈ کرپس نے والیان ریاست سے کیا کہا

سر ہنری کریگ کی تقریر پر راج گوپال چاری کا تبصرہ

مدراس ۲۳ دسمبر۔ مسٹر سی راجگوپال اچاری نے ایسوسی ایٹیڈ پریس کو حسب ذیل بیان دیا ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ سر ہنری کریگ نے لندن میں ایک حالیہ جلسہ میں کہا کہ والیان ہندوستانی والیان ریاست ہندوستانی عوام کے نمائندوں کو ذمہ داری کی منتقلی سے خوش نہیں ہیں۔ اس قسم کا بیان موجب حیرت نہیں ہے۔ ہم اس جماعت کے افراد سے جس سے سابق گورنر موصوف تعلق رکھتے ہیں کسی بہتر چیز کی توقع نہیں کر سکتے خوش قسمتی سے آج کل یہ لوگ انگلستان کے ملک میں رہتے ہیں۔

جب سر اسٹافورڈ ہندوستان میں تھے تو ہندوستانی ریاستوں کے تین وزراء نے گاندھی جی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ کرپس کی تجاویز کو قبول کریں یہ آپ سبھی جانتے ہیں کہ والیان ریاست نے سر اسٹافورڈ سے طویل بحث و تمحیص کی سر اسٹافورڈ نے پوزیشن کو نسبتاً صاف طور پر سمجھایا اور والیان ریاست کے اندیشوں کو دور کرنے کی امکانی کوشش کی۔ مگر ان کی تائید و تعاون حاصل نہ ہو اس کے برخلاف سر ہنری کریگ نے جو کچھ کہا ہے اس کی تصدیق ان باتوں سے نہیں ہوتی جو ہم کو دہلی میں معلوم ہوئیں۔ سر اسٹافورڈ نے والیان ریاست کے سامنے اس امر کی وضاحت کی کہ برطانوی حکومت کی تجاویز کے تحت جو ریاستیں اتحاد ہند میں عدم شرکت کا فیصلہ کریں وہ اپنا موجودہ دستوری پوزیشن برقرار رکھ سکیں گی اور اگر کانسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی کا تیار کردہ دستور اجازت دے تو وہ اتحاد ہند میں بعد کو شریک ہو سکتی ہیں والیان ریاست خاص طور پر اس امر کو معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آیا برطانوی حکومت دفاع کی ذمہ داری اتحاد ہند کے سپرد کر دے گی یا نہیں۔

والیان ریاست کے استفسارات۔

سر اسٹافورڈ نے والیان ریاست کو صاف طور پر بتایا کہ انجام کار برطانوی حکومت کا یہی ارادہ ہے یا وجود اس کے تاج اور اتحاد ہند میں شریک نہ ہونے والی ریاستوں کے درمیان پہلے کی طرح موجودہ معاہداتی واجبات برقرار رہیں گے۔ والیان ریاست نے صرف اس پر اکتفا کیا بلکہ انہوں نے یہ بھی استفسار کیا آیا تاج برطانوی فوجیں نہیں ہٹائے گا اور پھر کیا ہوگا۔ سر اسٹافورڈ نے ان کو یقین دلایا کہ اگر چند فوجوں کو برقرار رکھنے یا اتحاد ہند کے علاقہ میں سے ایسی فوجوں کے گزرنے کے لئے تاج کے واجبات کی تکمیل ضروری سمجھی جائے گی تو اس کے لئے تاج اور اتحاد ہند کے مابین مجوزہ معاہدہ میں موزوں گنجائش رکھی جائے گی۔ سر اسٹافورڈ نے اس کا بھی یقین دلایا کہ ریاستوں کے تحفظ کا مسئلہ ایک ایسا معاملہ ہوگا جو تاج اور ریاستوں کے درمیان جاری رہے گا تاوقتیکہ اتحاد ہند میں شریک ہونے والی چند یا تمام ریاستیں تاج سے یہ نہ کہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے تحفظ کی ذمہ داری اتحاد ہند کو سونپ دی جائے اس کے علاوہ سر اسٹافورڈ نے یہ بھی بتایا کہ تاج جدید دستور کے نفاذ کے بعد بھی اپنے واجبات کو پورا کرنے کے ذرائع محفوظ رکھے گا۔ والیان ریاست نے اس ضمن میں تفصیلی استفسارات کئے اور پوچھا کہ "آپ اپنی فوجیں کہاں رکھیں گے" کہا جاتا ہے کہ اسٹافورڈ نے اس کا یہ جواب دیا کہ نئے دستور کے مفاد سے اتحاد ہند کے علاقہ میں اس کی رضامندی کے بغیر کوئی فوج نہیں رکھی جائے گی لیکن بشرط ضرورت ان فوجوں کو رکھنے کے لئے اتحاد ہند کے علاقوں کے باہر کسی قریبی مقام پر انتظام کیا جائے گا۔

تحفظ کا مسئلہ۔

سر اسٹافورڈ نے یہ توضیح کی کہ تحفظ کا مسئلہ اتحاد ہند اور اس میں شرکت کرنے والی ہندوستانی ریاستوں کے درمیان قطعی انتظامات کا موضوع ہے اور یہ کہ سمجھوتہ کے ذریعہ تاج برطانیہ کا بار اتحاد ہند کو منتقل کیا جا سکتا ہے لیکن معاہداتی واجبات کی خلاف ورزی کی صورت میں کسی ہندوستانی ریاست کی مرضی کے بغیر کوئی بات ایسی نہ کی جاسکے گی جو اس کے لئے مضر ثابت ہو۔ ہندوستانی ریاستوں کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ دستور کو قطعی طے شدہ صورت میں دیکھنے کے بعد اس امر کا فیصلہ کریں کہ آیا ان کو اتحاد میں شرکت کرنا چاہئے یا نہیں۔ اس ضمن میں سر اسٹافورڈ نے ہندوستانی ریاستوں کو پورا یقین دلایا۔ انھوں نے اس امر کی بھی وضاحت کی کہ معاہداتی انتظامات کی مجوزہ نظر ثانی برطانوی ہند اور ریاستوں کے مشترکہ امور سے متعلق ہوگی خواہ کوئی ہندوستانی ریاست اتحاد ہند کے دستور میں شرکت کرے یا نہ کرے انھوں نے سمجھایا کہ اس وقت تک صحیح پوزیشن کو سمجھانا ناممکن ہے جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ دستور کی ہیئت ترکیبی کیا ہوگی۔ والیان ریاست نے ان سے پوچھا کہ اگر جدید اتحاد ہند نے ایک جمہوری طرز حکومت کے قیام کا فیصلہ کیا تو اس وقت پوزیشن کیا ہوگی۔ سر اسٹافورڈ نے ان سے کہا کہ وہ تجویز یہ نہیں ہے کہ جو ریاستیں ایک مرتبہ اتحاد میں شریک ہو جائیں بعد میں اس سے علحدہ ہو جائیں تاہم مجلس دستور ساز کو اس بات پر آمادہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ نئے دستور میں حق علحدگی کی گنجائش رکھے جو ان شرائط پر عمل میں آئے گی جو طرفین منظور کریں اگر جدید اتحاد ایک جمہوری طرز حکومت کا قیام کا فیصلہ کرے تو کسی شریک ہونے والی ریاست کے لئے محض اس فیصلہ کی بنا پر اتحاد سے علحدگی ناممکن ہوگی تاوقتیکہ اس بارے میں نئے دستور میں کوئی مخصوص دفعہ نہ شامل کی جائے سر اسٹافورڈ نے خنک رکھنے والے والیان ریاست کے طبقہ کو اس کا یقین دلایا کہ تاج ریاستوں کے ساتھ اپنے واجبات کو سیاست کا راز ترغیب اقتصادی دباؤ اور آخر میں قوت کے استعمال سے پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

اس وقت دہلی میں یہ باتیں سب کو معلوم تھیں اور اس لئے سر ہنری کریگ کا اس طرح کا بیان دینا جس کی اطلاع دی گئی ہے ناانصافی پر مبنی ہے جس کی وجہ سے ایک دشوار مسئلہ اور بھی دشوار بن جاتا ہے (ای۔پ)

اشتہار

حاضری مدعی علیہ بغرض فیصلہ مقدمہ بتنقیح طلب بحریہ محکمہ عدالت دیوانی ضلع ورنگل

نمبر مقدمہ ۱۳۵۲/۳۴ ف۔ با جلاس مولوی میر احمد علیخاں ایم اے ال ال بی سیکنڈ ال ال بی لندن ال ال ایم لنڈ بارایٹ لا ناظم ضلع ورنگل۔

آکو راگھو نیند راؤ مدعی بنام شنگل سد اسیو راؤ وغیرہ مدعا علیہم۔ دعوی بیبات اراضیات۔

(۱) شنگل سد اسیو راؤ ولد دامیشور راؤ قوم برہمن عمر ۵۰ سال پیشہ دیشمکھی سکنہ چنہ کوڑے پاک تعلقہ پرکال۔ (۲) شنگل سد رشن راؤ ولد دامیشور راؤ قوم برہمن عمر ۳۲ سال پیشہ دیشمکھی سکنہ چنہ کوڑے پاک تعلقہ پرکال (۳) شنگل درشن راؤ ولد دامیشور راؤ قوم برہمن عمر ۳۰ سال پیشہ دیشمکھی سکنہ چنہ کوڑے پاک تعلقہ پرکال۔

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابتہ بیبات کی دائر کی ہے جس کی جواب دہی کے لئے تمہارے نام متعدد مرتبہ سمن اجرا کئے گئے جنکی تعمیل تمہاری ذات پر مجبوری ہے جس سے ظاہر ہے کہ تم عمداً تعمیل سمن سے گریز کر رہے ہو اور تعمیل سے بچنے کے لئے روپوش یا فرار ہو گئے ہو اب حسب استدعا مدعی تمہاری حاضری کے لئے اشتہار اخبار میں شائع کیا جاتا ہے اور تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو بتاریخ ۳۰ ر اسفندار ۱۳۵۲ ف بروز چہارشنبہ بوقت ۱۰ بجے اصالتاً یا وکالتاً حاضر ہو کر جواب دہی کرو۔ نیز تم کو یہ بھی حکم دیا جاتا ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات کو جن پر تم بتائیدی جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اگر تم روز مذکور حاضر نہ ہوگے تو تمہارے مقابلہ میں یک طرفہ کارروائی ہوگی۔

آج بتاریخ ۱۹ ر اسفندار ۱۳۵۲ ف میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت دستخط مہتمم عدالت

حیدرآباد فوجی تربیتی اسکول

دوسری ریاستوں کے طلبا بھی زیر تعلیم ہیں

سرکار عالی کی افواج باقاعدہ کو جدید معیار کے مطابق بنانے کے خیال سے یکم فروری ۱۹۳۲ء کو حیدرآباد میں ایک فوجی تربیتی اسکول قائم کیا گیا۔ اس اسکول کی عمارت سیف آباد میں تھی اور عام طور سے سدی رسالہ کے نام سے مشہور تھی۔ ابتداءً اس اسکول میں صرف فوجی تعلیم اور اسلحہ کے استعمال اور جسمانی ورزش کی تربیت دی جاتی تھی لیکن رفتہ رفتہ اس نصاب میں اشاروں کے ذریعہ اطلاعات میدان جنگ کے کام، سپہ آرائی اور حفظ ماتقدم کا بھی اضافہ کیا گیا چنانچہ اس اسکول نے کافی اہمیت اختیار کرلی اور اطمینان بخش طور پر اپنے فرائض انجام دینے لگا۔ تاہم عمارت ناکافی ہونے کی وجہ سے بڑی دقت پیش آتی تھی کیونکہ مختلف درجوں کے زیر تربیت عہدہ دار بیرکوں کے بجائے اپنے گھروں میں رہتے تھے اور صبح سویرے قواعد کرنے کے لئے وقت پر پہنچنے میں انہیں اکثر دشواری ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ اتفاقی ادائی میں قیام کے جو فوائد ہوتے ہیں ان سے بھی یہ لوگ محروم رہتے تھے۔ کچھ عرصہ تک تربیت پانیوالوں کے لئے خیموں میں رہنے کا انتظام کیا گیا جو اسکول کے احاطہ میں لگائے گئے تھے۔ لیکن یہ انتظام زیادہ عرصہ جاری نہیں رکھا جا سکا اور اس سال یہ اسکول نئی عمارتوں میں منتقل کردیا گیا جو ملاپلی میں بنائی گئی ہیں۔ ان عمارتوں میں کیڈٹوں اور دوسرے درجوں کے عہدہ داروں کے لئے علیحدہ علیحدہ بیرکس اور اسلحہ خانے اور سپاہیوں کے لئے جداگانہ مکانات بنائے گئے ہیں اور ان کے علاوہ کیڈٹوں اور عہدہ داروں کے لئے طعام خانے، پڑھائی کے کمرے، ریت پر نقشے بنانے کے کمرے، پیش کمرے، اشاروں کے کمرے۔ مدرسہ کا دفتر گودام اور اسلحہ خانے بھی تعمیر کئے گئے ہیں۔

مقاصد

فوجی تربیتی اسکول کے مقاصد حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ افواج باقاعدہ کے لئے بہترین فوجی تربیت کا انتظام۔

۲۔ افواج باقاعدہ کے تمام دستوں کے واسطے مختلف درجوں کے ایسے عہدہ داروں کی فراہمی جو مختلف موضوعات کے متعلق پوری معلومات رکھتے ہوں تاکہ ان کی معلومات سے معلم مستفید ہوسکیں اور معلموں کے ذریعہ سپاہ بھی ضروری معلومات حاصل کرسکیں۔

۳۔ برطانوی ہند میں تربیتی نصاب کی تکمیل کے لئے طلبا کو تیار کرنا۔

۴۔ ڈیرہ دون کی ہندوستانی فوجی اکاڈیمی کے لئے افواج باقاعدہ کے کیڈٹوں کو تربیت دینا۔

۵۔ موجودہ ہنگامی ضروریات کے مدنظر افواج باقاعدہ کے علاوہ عارضی عہدہ داروں کے لئے کیڈٹوں کو تربیت دینا۔

دوسری ریاستوں کے طلبا۔

فی الحال اس اسکول میں ۱۵۰ اشخاص زیر تربیت ہیں جن میں ۸ کیڈٹ اور ۶ عہدہ دار بھی شامل ہیں۔ باقی اشخاص مختلف درجوں کے سپاہی ہیں اور ان میں ریاست کوچین کے ۲۳ تربیت پانیوالے اور پائیگاہوں اور نظم جمعیت کے سپاہی بھی شامل ہیں۔ ہندوستان کی مختلف ریاستیں اپنے سپاہیوں کو تربیت کے لئے اکثر حیدرآباد بھیجتی رہتی ہیں اور ان لوگوں سے صرف رہنے سہنے کے اخراجات لئے جاتے ہیں۔ فوجی تربیت دینے کا کوئی معاوضہ ان سے نہیں لیا جاتا۔ حیدرآباد کے فوجی اداروں میں تربیت کا معیار بہت بلند ہے اور برطانوی ہند کے بہتر سے بہتر فوجی [illegible] کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

حیدرآباد کے فوجی اسکول میں سپاہیوں کو اردو میں اور کیڈٹوں اور عہدہ داروں کو انگریزی میں تعلیم دی جاتی ہے۔

کیڈٹوں کے لئے تربیتی نصاب۔

کیڈٹوں کو ایک سخت طلب نصاب کی تکمیل کرنی پڑتی ہے جس کی مدت نو ماہ رکھی گئی ہے اور جو حسب ذیل امور کی تعلیم پر مشتمل ہے۔

۱۔ نقشہ خوانی تاکہ تربیت پانے والے نقشے کے ذریعہ یہ معلوم کرسکیں کہ وہ کس قسم کی سرزمین سے گزر رہے ہیں اور انہیں کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔

۲۔ جدید اسلحہ کا استعمال۔

۳۔ میدان جنگ کے کام مثلاً خندق کھودنا۔ سرنگ بچھانا وغیرہ۔

۴۔ حملے کے فرائض۔

۵۔ سپہ آرائی۔

۶۔ گیس۔

۷۔ دشمن کی نظر سے پوشیدہ رہنے اور دھوکہ دینے کے طریقے۔

۸۔ موٹر رانی اور میکانی نقل و حمل کی دیکھ بھال۔

۹۔ حالات حاضرہ جن میں گزشتہ جنگ عظیم کی ابتداء سے اب تک کے واقعات برطانوی سلطنت کے حکومتی نظامات

۱۰۔ برطانوی سلطنت کے حکومتی نظامات اور برطانوی شہنشاہیت کی عام حکمت عملی شامل ہیں۔

۱۰۔ ہندوستانی اور حیدرآبادی فوجوں کی تنظیم اور نظم و نسق کے بارے میں معلومات تاکہ حیدرآباد کے کیڈٹ بیرون ممالک محروسہ کوئی دقت محسوس نہ کریں۔

۱۱۔ قواعد اور جسمانی تربیت۔ موخر الذکر میں مختلف قسم کے فوجی کرتب بھی شامل ہیں۔

رکاوٹوں پر غالب آنے کی تعلیم

یہ نصاب حسب ذیل چیزوں کی تعلیم پر مشتمل ہے۔

۱۔ رسی کے پل پر سے گزرنا۔

۲۔ مختلف بلندیوں والی سلاخوں پر سے پھاندنا۔

۳۔ کشتی نما رسی کی مدد سے خندق پار کرنا۔

۴۔ کانٹے دار تار کے حلقوں کے اوپر سے جست لگانا۔

۵۔ لکڑی کی ریلنگ کے کھونٹوں اور خاردار تاروں سے بھری ہوئی خندق پار کرنا۔

۶۔ شہتیر پر چل کر خندق پار کرنا۔

۷۔ مختلف قسم کی چھلانگیں لگانا۔

۸۔ دس فیٹ اونچی دیوار پر سے جست لگا کر دیوار سے [illegible] فیٹ کے فاصلہ پر کودنا۔

۹۔ کمند چھتری کے ذریعہ اترنے کی مشق کرنا۔

۱۰۔ خاردار تاروں میں سے گزرنا۔

۱۱۔ ایسی خندق میں رینگتے ہوئے جانا جس کے اوپر مشین گن کی گولیاں گزر رہی ہوں۔

رکاوٹوں پر غالب آنے کی تعلیم تین میل تک دوڑنے یا پورے ساز و سامان کے ساتھ پندرہ میل کا کوچ کرنے کے بعد دی جاتی ہے اور رکاوٹیں کچھ اس طرح پیدا کی جاتی ہیں کہ واقعی جنگ کی سی کیفیت معلوم ہونے لگے۔

دوسرے نصابات۔

مندرجہ بالا امور کے علاوہ اس اسکول میں جن نصابات کی تعلیم دی جاتی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسلحہ کا استعمال جو تمام جدید آلات حرب کے استعمال اور ان سے متعلق [illegible] کے نصاب پر مشتمل ہے۔

۲۔ اشاروں کے ذریعہ اطلاعات۔ جو طلباء کو اشارہ کنندوں اور اشاروں کے ذریعہ اطلاع دینے والے معلم بنانے کے نصابات اور متعلقہ اشیاء کے استعمال کی تعلیم پر مشتمل ہے۔

۳۔ تعلیم۔ جس میں پانچ قسم کے تربیتی نصاب شامل ہیں اور فوجیوں کی تعلیم میں اس امر کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے کہ وہ کارآمد شہری بھی ثابت ہوں۔

۴۔ مخبری۔

۵۔ دشمن کی نظر سے پوشیدہ رہنے کے طریقوں سے متعلق نصاب لیکن یہ امور اس اسکول کی تعلیم میں مستقل طور پر شامل نہیں ہیں بلکہ حسب ضرورت ان کی تعلیم دی جاتی ہے (معلومات)

مقاصد جنگ اور نظام نو

سلسلہ صفحہ (۱)

جن کو غلطی سے "مقاصد جنگ" سے تعبیر کیا جاتا ہے یا یہ کہ اس بحث کے پیچھے کچھ دوسرے محرکات کارفرما ہیں۔ دوسرے جمہوری ممالک کے ماہر سیاسیات، قائدین جریدہ نگار وغیرہ بھی جو اقوام متحدہ کی تائید میں پیش پیش ہیں، خلوص کے ساتھ کررہے ہیں کہ جنگ کے بعد کیا مسائل پیدا ہوں گے اور ان کا کیا حل ہوگا؟ نہ صرف افراد بلکہ انجمنیں اور جماعات وغیرہ بھی ان مسائل پر کتابیں شائع کررہے ہیں۔ اسٹالن گراڈ اور شمالی افریقہ میں اٹلی اور جرمنی کی فوجوں کو جو ہزیمتیں اٹھانی پڑیں اس کے بعد سے متحدہ اقوام میں دشمن پر فتح پانے کا یقین بڑھ گیا ہے۔ جوں جوں جنگ کا اختتام قریب نظر آرہا ہے جنگ کے بعد پیدا ہونے والے مسائل کی بحث اہم ہوتی جارہی ہے۔ یہ مسائل اس قدر وسیع ہیں کہ یورپ اور دوسرے ممالک کی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہوسکتے ہیں۔

دوسرے ممالک میں مابعد جنگ مسائل پر جو غور کیا جارہا ہے اس میں پہلی جگہ تو عالمی جنگ سے محفوظ رہنے کے مسئلہ کو دی جارہی ہے دوسرے الفاظ میں یہ مسئلہ ان قوتوں کو بے اثر کرنے سے متعلق ہے جو موجودہ خونریز جنگ کا باعث ہوئیں۔

اس امر پر بہت گرم بحث ہورہی ہے کہ موجودہ جنگ کی ذمہ داری صرف نازیوں پر عائد کی جائے یا ساری جرمن قوم پر جس نے ہٹلر کی آمریت کو روا رکھا۔ جرمنی کو بے ضرر بنانے اور اس کو سزا دینے کی تجویز سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ طریقے کیا اختیار کئے جائیں۔ اس امر سے تو سب متفق معلوم ہوتے ہیں کہ جرمنی کو بے ہتھیار کردیا جائے۔ جرمنی کو مختلف ریاستوں میں منقسم کردینے کی بھی تجویز پیش کی گئی ہے۔ یہ سارے امور اس سوال کی طرف لے جاتے ہیں کہ جرمنی کے فاسسٹی نظام کے بجائے کس طرز کی حکومت قائم کی جائے کیا ویمار کا دستور بحال کیا جائے؟ کیا اس سوال کا تصفیہ خود جرمنی کے باشندوں پر چھوڑ دیا جائے؟ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ جرمنی پر ایسے قیود عائد کئے جائیں جس سے ہٹلری آمریت کا دوبارہ وجود میں آنا ناممکن ہوجائے؟ کیا یہ ضروری ہوگا کہ متحدہ اقوام جرمنی میں نظام نو قائم کرنے کے لئے اس پر قبضہ کریں؟ مگر سب سے اہم مسئلہ جرمنی کی سرحدات کا ہے۔

بہرحال دنیا کی مابعد جنگ تنظیم میں نہ صرف جرمنی بلکہ اٹلی اور دیگر محوری ممالک کا مستقبل بھی شامل ہے خود اقوام متحدہ میں بھی بعض علاقہ واری مسائل حل طلب ہیں چھوٹی اقوام کی حیثیت سے متعلق بھی تشویش کا اظہار کیا جارہا ہے۔ نو آبادیات کے نظم و نسق پر بین الاقوامی نگرانی سے متعلق بھی تجاویز پیش کی جارہی ہیں۔ اگر کسی دول کی جانب سے جارحانہ اقدام ہو تو اس کے انسداد کے لئے بین الاقوامی فوج بھی تشکیل دینے کا مسئلہ بھی زیر بحث ہے۔

ایک وسیع بین الاقوامی نظام کی تشکیل سے یہ امر لازم آتا ہے کہ اس نظام کی حفاظت بھی کی جائے یعنی ایک بین الاقوامی جماعت ایسی قائم کی جائے جو نظام نو کی حفاظت کرے۔ جمعیت اقوام کا اس کی قدیم صورت میں احیا کوئی پسند نہیں کرے گا۔ ایک تصور یہ پیش کیا گیا ہے کہ دول عظمی کے نمائندوں کی ایک جماعت قائم کی جائے اور یہ جماعت تمام اقوام کے نمائندوں کی ایک بین الاقوامی جماعت کے آگے ذمہ دار ہے۔

سوویٹ یونین اپنے موقف کے لحاظ سے دنیا کی مابعد جنگ تنظیم میں فیصلہ کن آواز حاصل کرے گی۔ ہٹلر کی خونریز حملوں کا سب سے زیادہ سوویٹ یونین کو مقابلہ کرنا پڑا اور بہ نتیجہ دوسری قوموں کے مقابلے میں اس کو زیادہ نقصان بھی اٹھانا پڑا اس نقصان کی پابجائی کے لئے سوویٹ یونین کو ایک دیرپا امن کی ضرورت ہے اس لئے تحفظ امن کے انسداد سے سوویٹ یونین کو خاص دلچسپی ہے سوویٹ یونین کے براہ راست اشتراک عمل کے بغیر مابعد جنگ تنظیم کے مسائل حل ہوسکتے ہیں اور نہ ہونے چاہئیں۔

جامعہ عثمانیہ کا جلسہ تقسیم اسناد

۲۹۶ طیلسان عطا کئے گئے

راجاجی کو ال ال ڈی کی اعزازی ڈگری

حیدرآباد ۲۰ جنوری۔ آج سہ پہر جامعہ عثمانیہ کا جلسہ تقسیم اسناد ٹاؤن ہال باغ عامہ میں منعقد ہوا جس میں (۲۹۶) طیلسانین بشمول (۲۵) طالبات نے طیلسان ہز اکسلنسی سر محمد ناظم نواب بہادر امیر جامعہ عثمانیہ کے دست مبارک سے حاصل کئے۔

مسٹر سی راجگوپال چاری کو طیلسان ال ال ڈی ان کی بیش بہا خدمات کے اعتراف کے طور پر جامعہ عثمانیہ کی طرف سے عطا کیا گیا۔

طلائی تمغہ دائٹ آنریبل سر اکبر حیدری مسٹر ایل وینکٹ رام راؤ اول بامتحان ڈپلوما ان ایجوکیشن۔ مسٹر سراج الدین احمد اول بامتحان بی ای اور مس سلطانہ اول بامتحان بی ایس سی کو عطا کیا گیا۔

طلائی تمغہ خان بہادر احمد علاء الدین مس سعیدہ منظر کو امتحان بی اے کی طالبات میں سب سے اول آنے پر عطا کیا گیا۔

طلائی تمغہ جیا وہ گاؤ ڈاکٹر رستم جنگ مسٹر محمد عبد الرحمن کو امتحان ایم۔ بی بی ایس کے مضمون جراحی میں سب سے اول آنے پر عطا کیا گیا۔

طلائی تمغہ مس زہرہ بانو بارکھ مسٹر پی آر وینکٹ سوامی کو امتحان ایم بی بی ایس آخری کے مضمون علم الولادت میں سب سے اول آنے پر عطا کیا گیا۔

اسناد حاصل کرنے والوں میں ایم بی۔ بی۔ ایس کے (۲۳) طیلسانین ایم اے کے (۳۱) ایم ایڈ کے (۲) اور طیلسانین بی اے (۱۱۵) طیلسانین بی ایس۔ سی (۵۳) ال ال بی (۳۶) شامل تھے۔

راجاجی کا تعارف

اسناد کی تقسیم کے بعد ہز اکسلنسی امیر جامعہ نے مسٹر سی راجگوپال چاری کو طیلسان ال ال ڈی عطا کرتے ہوئے ایک مختصر سی تعارفی تقریر فرمائی جس کے دوران میں انہوں نے فرمایا کہ راجاجی مادر ہند کے اعلیٰ ترین سپوتوں میں سے ایک ہیں جو ہر طرح اس جامعہ کے اس اعزاز کے مستحق ہیں۔

اپنے جواب میں راجاجی نے کہا کہ میں اس اعزاز و افتخار کے لئے جو اس جامعہ کی طرف سے مجھے بخشا گیا ہے تہ دل سے ممنون و متشکر رہوں اور ہمیشہ اس اعزاز پر فخر کروں گا۔

آگے چلکر انھوں نے ہز اکسلنسی امیر جامعہ کا ان الفاظ میں قدر افزائی کے لئے شکریہ ادا کیا جو انہوں نے کہا کہ میں نہ صرف امیر جامعہ کی اس مہربانی کا بلکہ اجتماعی طور پر حکومت اور اہل حیدرآباد کا ممنون ہوں کہ میرے لئے اس قدر عزت افزائی کا سامان کیا گیا جس کا میں بمشکل مستحق ہوں۔

ہز اکسلنسی امیر جامعہ کے اسناد عطا کرنے کے بعد مسٹر سی راجگوپال چاری نے خطبۂ تقسیم اسناد پڑھا جس کے بعد شعرا کی تہنیت پر جلسہ کا اختتام عمل میں آیا۔

ہز اکسلنسی نواب صاحب چھتاری کی آمد پر یونیورسٹی ٹریننگ کور نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔

لاسلکی نشرگاہ حیدرآباد دکن نے کارروائی جلسہ کے نشر کا انتظام کیا تھا۔ (اپ)

اغذیہ کا مسئلہ

مولوی میر لائق علی صاحب کی تقریر

حیدرآباد ۔ ۱۹ اسفندار ۔ ایوان تجارت حیدرآباد دکن کے جلسہ میں جو ۱۸ اسفندار ۱۳۵۳ف کو منعقدہ ہوا تھا مولوی میر لائق علی صاحب نے حسب ذیل تقریر فرمائی ۔

حضرات ۔ سال گذشتہ کے شروع میں آپ لوگوں نے اپنی مہربانی سے مجھے صدر اور میرے ساتھیوں کو رائے عامہ کے ذریعہ عہدہ دار و اراکین مجلس انتظامیہ منتخب فرما کر کے گویا ایوان اور خصوصاً تجارت پیشہ طبقہ و ملکی صنعت کے مفاد کے تحفظ کا عارضاً ذمہ دار ٹھہرایا تھا ۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم لوگ کوئی مفید خدمت کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں یا نہیں لیکن میں اس قدر ضرور جانتا ہوں کہ میرے اور مجلس انتظامی نے اس کے لئے بہا اوقات مخلصانہ جد و جہد ضرور کی ہے ۔ لیکن میں یہ علانیہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تجارت و صنعت حیدرآباد میں اس حد تک بڑھانے پر منظم نہیں ہے جیسا کہ اسے ہونا چاہئے لیکن اس کے باوجود بھی ہم تیز رفتار ترقی پر منزل کی طرف گامزن ضرور ہیں اور اگر ایسی ہی رفتار قائم رہی تو مجھے امید ہے کہ ہم مستقبل قریب میں ملک کی معاشی و سماجی تعمیر میں ایک منظم و کارآمد جز و بننے کا دعویٰ کر سکیں گے ۔ سال گذشتہ دنیا تاریخ انسانی کے ایک بہت بڑے کٹھن ...... مرحلے میں سے گزری ہے اور یہ مرحلہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے ۔ گو جنگ کے کامیاب طور پر سرانجام پانے کی نشانیاں ظہور پذیر ہو رہی ہیں تاہم اس بات کا بھی امکان ہے کہ ہمیں اس سے بھی زیادہ کڑے امتحان میں سے گزرنا پڑے ۔ اس اثنا میں خاص طور سے حیدرآباد میں ہر فرد و بشر کے لئے پوری پوری خوراک بہم پہنچانے کا سوال عارضی توجہ کا مرکز رہا ہے ۔ اس سلسلہ میں سرکاری طور پر جو ...... کچھ بھی کیا گیا ہے اور ہم تجارت پیشہ لوگوں نے حتی الامکان اس کی جو کوشش کی ہیں ، بر بنائے اس ہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم اس مسئلہ کو خاطر خواہ طور پر حل کر لیا گیا ہے ۔ خدا تعالیٰ کے ہم مشکور ہیں کہ اغذیہ کے معاملہ میں خاص قسم کی سخت مصیبت کا مقابلہ نہیں کرنا پڑا ہے گو کہ بعض موقعوں پر بڑی حد تک خوراک کی کمی تھی لیکن مستقبل کے لئے یہ بھی اہم مسئلہ ہے اور ہمیں اپنے تمام ذخائر پر پوری طرح دسترس رکھتے ہوئے انہیں ایک جگہ جمع کرانا چاہئے تاکہ حقیقی معنوں میں ایک ایسا منظم نظام قائم کیا جا سکے کہ اگر خدانخواستہ کبھی واقعی اغذیہ کی کمی محسوس ہو تو ہم لوگ اپنے نظام کی کوتاہی یا گڑبڑی کی وجہ سے اس کمی پر قابو پانے سے قاصر رہیں ۔ حفظ ماتقدم بڑی چیز ہے اور پھر اغذیہ کا مسئلہ تو ایک ایسا مسئلہ ہے اگر بدقسمتی سے وہ تھوڑا سا بھی ہاتھ سے باہر ہو جائے تو پھر وہ آناً فاناً بالکل بے قابو ہو جاتا ہے ۔

مجھے توی امید ہے کہ سرکار اس مسئلہ پر زیادہ توجہ مرکوز کرے گی لیکن یہ امر میں آپ کے ذہن نشین کرا دینا چاہتا ہوں کہ اگر کاروباری فرد کا کوئی جز و بھی اس سلسلہ میں اپنے فرض سے گریز کرے گا تو وہ نہ صرف اپنے طبقہ ہی کے لئے باعث ننگ ہوگا بلکہ انسانیت کے لئے بھی وہ باعث عار متصور ہوگا ۔ میں اس موقع پر اس سلسلہ میں اور کچھ زیادہ کہنا نہیں چاہتا لیکن آپ لوگوں کو پوری سنجیدگی سے آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ تیار ہو جائیں اور ممکنہ حد تک جو کچھ آپ اس معاملہ میں ہو سکتا ہے کیجئے اور اس بات کا پورا پورا انتظام کیجئے کہ ملک کا ہر فرد چاہے دیہاتی ہو یا شہری اس کے حصہ کی خوراک کسی نہ کسی طرح سے ضرور پہنچتی رہے ۔

” مسائل مابعد جنگ اب تک صرف علمی حیثیت رکھتے تھے لیکن اب یہ ہمارے سامنے اپنی پوری اہمیت سے رونما ہو رہے ہیں ۔ میرا اپنا ذاتی خیال یہ ہے کہ ان مسئلوں میں ایسی پیچیدگیاں درپیش ہوں گی کہ ان کو کوئی واحد نظام حل کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکے گا ۔ حکومت نے اس کے لئے ایک نیا محکمہ کھول دیا ہے لیکن اس محکمہ کی کامیابی اور اچھی کارکردگی کا بڑی حد تک انحصار تاجر طبقہ کے تعاون اور اس کی مفید کارفرمائی پر ہے جو یا تو وہ خود پیش کر سکے یا سرکاری محکمہ ان سے حاصل کر سکے ۔ اس امر میں ہر شخص کا مفاد مضمر ہے کہ وہ اپنے مستقبل کے قریب معاملات میں گہری دلچسپی لے اور آنے والے واقعات کے مقابلہ کے لئے تیار رہے ۔

” تقریر کے ختم کرنے سے پہلے میں ایوان کے عہدہ داروں مجلس انتظامی کے اراکین اور ایوان تجارت کے دوسرے اراکین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں مسٹر ایچ ، ڈی ، واچھا کا خاص طور سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے ہمیشہ اپنے متعدد فرائض کو بڑی مستعدی سے سرانجام دیا ۔ میں آپ سب حضرات کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہم پر پورا پورا بھروسہ اور اعتماد کیا اور اس لئے بھی کہ آپ نے کئی مرتبہ ہم پر بھروسہ اور اعتماد کا اظہار بھی کیا ہے ۔“

اشتہار

حاضری مدعی علیہ بعدالت دیوانی منصفی تعلقہ جنتی ضلع کریم نگر ۔

نمبر مقدمہ ۲۵ سنہ ۱۳۵۲ف باجلاس مولوی ہدایت احمد بی اے ایل ایل بی منصف

ردھم پلی بال کشٹیا مدعی

بنام

وینگام سبیا مدعی علیہ

دعوے بہ دلا پانے زر نقد مبلغ (ساٹھ روپے)

بنام وینگام سبیا ولد کشٹیا قوم برہمن عمر ۳۰ سال پیشہ زراعت ساکن موضع کندا رم تعلقہ چینور ۔

ہرگاہ تمہارے نام عدالت سے کئی مرتبہ اطلاع نامہ جات جاری ہوئے جو بوجہ عدم موجودگی بلا تعمیل واپس آئے ہیں اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم بتاریخ ۳ ماہ فروردی ۱۳۵۳ف یوم شنبہ بوقت ۱۰ بجے بمقام منصفی عدالت ہذا میں حاضر ہو کر مقدمہ ہذا کی اصالتاً یا وکالتاً جوابدہی و پیروی کرو بصورت غیر حاضری حسب ضابطہ کارروائی کی جائے گی پھر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا ۔

آج بتاریخ ۱۰ ماہ اسفندار ۱۳۵۳ف میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا ۔ فقط

منتظم عدالت

اخبار مملکت کے ملنے کا پتہ

احمدیہ پریس چار مینار حیدرآباد دکن
مکتبہ ابراہیمیہ ۔ عابد روڈ

دستور العمل فراہمی اعداد و شمار

حیدرآباد۔ ۲۳ اسفندار۔ دستور العمل فراہمی اعداد و شمار بابت ۱۳۵۲ف جو اعلیٰحضرت بندگان عالی نے بتاریخ ۲۲ اسفندار ۱۳۵۲ف شرف منظوری بخشا اور جو دستور العمل تاریخ اشاعت جریدہ سے کل ممالک محروسہ سرکار عالی میں نافذ ہوگا۔ دستور العمل میں اس بات کی صراحت کر دی گئی ہے کہ:

(۱) ناظم حسب ذیل امور سے متعلق وقتاً فوقتاً اعداد و شمار حاصل کرے گا۔

(الف) اشیاء کی قیمت اور اخراجات زندگی (ب) حالات زندگی شمول انتظام رہائش آب رسانی و حفظان صحت ذریعہ کرایہ مکان رہائشی (ج) اجرت اور دیگر آمدنی (د) معتروضیت (ر) حاضری اور غیر حاضری (ز) اوقات کار (ط) مزدوروں کی بابت کا تعین اوقات کار اور بیروزگاری (ک) مزدوروں کے لئے پراویڈنٹ فنڈ یا دیگر فنڈ کا انتظام اور فوائد اور آسانیاں جو ملازمین کے لئے مہیا کی گئی ہوں (ل) صنعتی اور مزدوروں کے تنازعات (م) تجارتی انجمنیں (ن) اینگ کاری (ایا) اور تجارت کے تحت جات (و) صنعتی پیداوار درآمد اور برآمد (ھ) زراعت، آلات شمری، بہتر تخم و کھاد (ک) زیر کاشت شدہ اور پیداوار اصل سے غلہ کے ذخائر جو کسی شخص کے قبضے میں ہوں (ع) مویشی زراعتی (س) کارخانے بکار میں بنک اور تجارتی ادارے (ی) کوئی ایسی تحقیقات جو ناظم کسی صنعت یا کاروبار سے متعلق بہ حکم صدر اعظم بہادر باجلاس باب حکومت عمل میں لائے۔

(۲) ناظم مجاز ہوگا کہ کسی شخص پر ایک اعلان کے ذریعہ جبری تعمیل کرے یا کرائے کہ وہ کسی ایسے امر کی متعلق معلومات یا تخمینہ جات بہم پہنچائے جس کی نسبت اعداد و شمار اس طریقے پر فراہم شدنی ہوں جیسا کہ مقرر کیا جائے۔

(۳) ناظم یا ایسا شخص جس کو اس نے اس خصوص میں دستور العمل ہذا کے تحت فراہمی اعداد و شمار کے اغراض کے لئے تحریری طور پر مجاز کیا ہو اختیار رکھے گا کہ کسی ایسے متعلقہ کاغذ یا دستاویز کو دیکھے جو کسی ایسے شخص کے قبضہ میں ہو یا با اوقات مناسب کسی عمارت، رہائشی مکان کارخانہ دکان، مقام کاروبار یا دیگر مقام میں داخل ہو جہاں وہ بہ باہمہ کرتا ہو کہ ایسے کاغذات یا دستاویزات موجود ہیں اور وہ مجاز ہوگا کہ کوئی ایسا سوال کرے جو دستور العمل ہذا کے تحت مطلوبہ اطلاع کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہو۔

(۴) دستور العمل ہذا کے تحت فراہم شدہ اعداد و شمار کی اشاعت بحکم صدر اعظم بہادر باجلاس باب حکومت کی جاسکے گی لیکن ایسی اطلاعات جو کسی خاص کاروبار سے متعلق ہوں ایسے اشخاص کی اجازت کے بغیر جن کے متعلق تخمینہ یا اطلاع یا جواب دیا گیا ہو۔ اس طریقے پر تیار نہیں کی جائیں گی جن سے یہ ظاہر ہو کہ کسی اطلاع کا تعلق کسی خاص شخص یا اس کے کاروبار سے ہے بجز اس غرض کے کہ تحت قانون ہذا یا تحت مجموعہ تعزیرات آصفیہ کسی شخص کے خلاف استغاثہ دائر کیا جائے۔ کوئی شخص جو دستور العمل ہذا کے تحت فراہمی و اشاعت اعداد و شمار کے کام میں مشغول نہ ہو مجاز نہ ہوگا کہ کسی انفرادی تخمینہ معلومات محولہ بالا کو دیکھے۔

(۵) اگر کوئی شخص جس کو کہ کوئی اطلاع یا تخمینہ پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہو ایسی اطلاع یا تخمینہ پیش کرے یا کرائے جسے کہ وہ جانتا ہو کہ غلط ہے یا ناظم یا اس کے مجاز کردہ کسی شخص کو کسی ایسے سوال کا جواب دینے سے انکار کرے یا عمداً غلط جواب دے یا کاغذات اور دستاویزات دیکھنے یا کسی مکان میں داخل ہونے کے اختیار میں مزاحمت کرے تو ایسے ہر جرم کی بابت اس کو جرمانہ کی سزا دی جائے گی جس کی مقدار پانچ سو روپیے تک ہو سکے گی اور جرم کا ارتکاب جاری رہنے کی صورت میں مزید جرمانہ کی سزا دی جائے گی جس کی مقدار ہر اس دن کے لئے جو پہلے دن کے بعد واقع ہو اور جس میں جرم کا ارتکاب جاری رکھا جائے دو سو روپیہ تک ہو سکے گی یہ تصور ہوگا کہ جرم کا ارتکاب جاری ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص جو اعداد و شمار کی فراہمی یا اشاعت کے لئے مامور کیا گیا ہو کوئی معلومات یا کسی ایسے تخمینے کے اندراجات عمداً افشا کرے اور بجز اس کے کہ ایسا افشا اس کے فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں یا مجموعہ تعزیرات آصفیہ کے تحت کسی جرم کے خلاف کوئی استغاثہ دائر کرنے کے سلسلے میں ہوا ہو اس کو قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد چھ ماہ تک ہو سکے گی یا جرمانہ کی سزا دی جائے گی جس کی مقدار ایک ہزار روپیے تک ہو سکے گی یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

(۷) کوئی معلومات یا تخمینہ جو دستور العمل ہذا یا قواعد تحت دستور العمل ہذا کے اغراض کے لئے پیش کیا گیا ہو کسی عدالت دیوانی یا فوجداری میں یا کسی اس کی کارروائی میں قابل ادخال شہادت نہ ہوگا بجز اس کارروائی کے جو مجموعہ تعزیرات آصفیہ یا دستور العمل ہذا کے تحت کسی جرم کے خلاف کی جائے۔

(۸) دستور العمل ہذا کے تحت کسی جرم کے خلاف بجز منظوری صدر اعظم بہادر باجلاس باب حکومت کوئی استغاثہ دائر کیا جائے گا اور کسی جرم کی سماعت ایسا ناظم فوجداری کر سکے گا جس کا درجہ ناظم فوجداری اول سے کم ہو۔

(۹) سرکار عالی بہ سبب گزٹ کو اختیار ہوگا کہ دستور العمل ہذا کی عمومیت کو متاثر کئے بغیر ایسے قواعد مرتب کرے جن کے ذریعہ کاغذات یا دستاویزات دیکھنے یا کسی مقام میں داخل ہونے سے متعلق طریقہ معین ہو سکے۔

(سررشتہ معلومات حیدرآباد)

ہندوستان کا مسئلہ برطانیہ کو حل کرنا چاہیے

بقیہ سلسلہ صفحہ (۴)

حق خود ارادیت کا تصور برقرار رہے گا۔ ہمیں اب دیکھنا ہے کہ خود ارادیت کے اس حق کو کون استعمال کرے گا۔ اگر لیڈروں کی ایک چھوٹی سی جماعت جو ہندوستان کے اعلیٰ طبقات کی نمائندگی کرتی ہے اس حق کے استعمال کی ٹھیکہ دار بن گئی تو ہندوستان کے عوام کو فائدہ نہ ہوگا اور مجھے اندیشہ ہے کہ برطانیہ کو بھی نقصان ہوگا۔ اگر خود ارادیت کا یہ حق صرف ان مٹھی بھر ہندوستانیوں کو حاصل ہو گیا جو ہندوستانی عوام کی آزادی کے دشمن ہیں تو اس سے ہندوستان آزاد نہ ہوگا بلکہ یہ خود برطانیہ کے لئے مضر ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ برطانوی جمہوریت یہ چاہتی ہے کہ آزادی ہندوستانی عوام کے ہاتھ منتقل کی جائے۔

احمد پریس چارمینار میں طبع ہو کر باہتمام سید حسن دفتر ... اور حکمت سائچہ آپ سے شائع ہوا